ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

مقامِ محمد ﷺ

قرآنِ کریم کے آئینے میں

﴿۳﴾

رحمة للعالمین اور کافة للناس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ کے مختلف پہلو اور آپ ﷺ کی تمام صفات ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہیں۔ یہ رشتے بھی مختلف زاویئے اور باہم وابستگی و پیوستگی کے اتنے اطراف و جوانب رکھتے ہیں کہ سیرت کا ہر مطالعہ کرنے والا اپنے طور پر ان میں ربط قائم کر سکتا ہے۔ بات فکر، نظر اور اشیا کے تعلق کو سمجھنے میں اپنے ذوق کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بندوں کے درمیان رابطہ ہے، وہ مقامِ بلند پر کھڑے ہو کر مستقبل کی بشارتوں اور اندیشوں سے خبر دار کرتا ہے یوں وہ نذیر و بشیر ہے اور پھر وہ شاہد و شہید ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تو امم سابقہ اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔ پھر آپ رسول الثقلین ہیں۔ انس و جن کے رسول اور ہادی۔ آپ ﷺ کائنات کی ہر مخلوق کے لئے رحمت بن کر آئے۔ پیاسی زمین اور پیاسی مخلوقات کو آپ ﷺ کی دعاؤں سے پانی، سرسبزی اور شادابی ملی، روحانی اور مادی قحط کو آپ ﷺ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا۔ روحِ مردہ جو خالق سے بیگانہ ہوگئی تھی آپ ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے حق سے دوبارہ جڑ

گئی۔ ذاتِ محمدی ﷺ تو اللہ کی ایسی رحمت ہے اور اس ''رحمۃ للعالمین'' کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید ہونا نہ چاہے اُس کو بھی کسی نہ کسی درجے میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے چنانچہ دنیا میں علومِ نبوت اور تہذیب وانسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔(۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت للعالمین ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قیامت تک نبی آخر الزماں کی لائی ہوئی کتاب، آپ کی ذات اور آپ کی تعلیمات سے قائم رہے گا۔ اور اللہ کا ذکر ہی کائنات کی جان اور روح ہے۔ یوں سرورِ کائنات ﷺ روحِ کائنات ہیں اور اس سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے!

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۲)

اور اے رسول ﷺ! ہم نے آپ کو عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

''اِلاَّ'' کے ساتھ یہ اظہار انتہائی قوتِ اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ''ہم نے صرف رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا''، ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، سوائے رحمۃ للعالمین بنا کر''، ''اور ہم نے آپ کو صرف عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' ویسے تو قرآن حکیم کی ترجمانی کسی بھی زبان میں محال کی حد تک پہنچنے والی بات ہے (ترجمے کا کیا سوال) لیکن ایسی آیات تو انسان کو اپنے عجز کا پوری طرح احساس دلا دیتی ہیں۔

حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی کتاب رحمۃ للعالمین ہماری زبان میں سیرت کے موضوع پر کلاسیکی کتاب ہے۔ عالمِ اسلام کے ممتاز مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اسے اپنی ''محسن'' کتابوں میں شمار کیا ہے۔ اِس کتاب کی دوسری جلد کے چھٹے باب کا عنوان یہی آیتِ کریمہ ہے۔ ہم اِس کا خلاصہ آپ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو ذکر للعالمین قرار دیا ہے۔ بیت المقدس اور مسجدِ حرام کو عالموں کے لئے برکت قرار دیا گیا ہے، عالموں کے لئے ''ھدی'' (سببِ ہدایت ہونا) مسجد الحرام کی اضافی صفت ہے۔ حضرتِ نوحؑ کی کشتی اور اہلِ کشتی، حضرتِ مریمؑ اور اُن کے فرزند حضرتِ عیسیٰؑ کو عالموں کے لئے آیات قرار دیا گیا، لیکن رحمۃ للعالمین صرف محمدِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرار دیا گیا۔ جس میں یہ مفہوم خود بخود آ گیا کہ آپ کی نبوت بھی عالمین کے لئے ہے۔ وہی رحمۃ للعالمین

ہو سکتا ہے جس نے بندوں کو اپنے معبود سے ملا دیا، دلوں کو پاکیزگی اور روح کو روشنی عطا کی، جو زندگی کے ہر مرحلے اور منزل میں سلطنت سے لے کر فقر تک انسان کی رہبری کر سکے، جس نے درندہ صفت انسانی پیکروں کو شرفِ انسانیت بنا دیا، جو مسکینوں، غلاموں، یتیموں، دردمندوں کا مولیٰ اور ملجا ہو، جو ظہورِ اولین اور نبیٔ آخرین ہوں، جس نے صدق، مساوات، اخوت اور صدق کو ہمیشہ کے لئے مثالی انسانی معاشرے کی شناخت بنا دیا ہو۔ اگر ایسا نبی اور ایسا انسان ''رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔ ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا۔'' رحمۃ للعالمین نے انسانوں کی نجات کو پروہت، برہمنوں، شیوخِ کلیسا کی اجارہ داری کے دائرے سے نکال لیا، برگزیدہ قوم اور نسل کے تصور کو ختم کر دیا۔ رحمۃ للعالمین نے خالق و مخلوق کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہنے دیا۔ رحمۃ للعالمین کی محفل میں عداس نینوائی، بلالِ حبشی، سلمانِ فارسی، صہیب رومی، طفیل دوسی، ذوالکلاع حمیری، ابوذر غفاری، ابو حارث مصطلقی اور سراقہ مدلجی، ابو بکر و عمر و عثمان و علی ﷺ کے ہم نشین اور ہم جلیس ہیں۔ ''یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حقِ وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامانِ دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشامِ جاں کو معطر کر رہا ہے۔ اِس دربار کا ہر لمحہ عبداللہ بن سلام اور صحفِ انبیا کے عالم صرمہ بن انس کے علم میں ہر لمحہ اضافہ کر رہا ہے، اِس دربار میں نجاشی شاہِ حبشہ جسمانی طور پر موجود نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہے اور اپنے عریضے کے لفظوں کو اُس نے دل کی دھڑکن بنا دیا ہے۔ اِسی دربار میں اعلان ہو رہا ہے کہ یہودی، مسلمان اور عیسائی نسلی طور پر ایک دوسرے سے برتر نہیں۔ برتری ہے تو تقویٰ کی بنا پر۔ اسی دربار میں اعلان ہو رہا ہے کہ رسول کا کام احکامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلاَّ الْبَلاَغُ۔ (۳)

رحمت للعالمین تمام عالم کے ساتھ نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم دے رہا ہے۔ وہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کا مطالبہ کرتا ہے۔ انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب ہے۔

اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ (۴)

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے ذریعے اللہ نے اعلان فرمایا کہ اے اہلِ ایمان! اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دو۔ رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے اس دنیا میں محبت و تقویٰ کے ساتھ، ساتھ رہنے والے میاں بیوی کو یہ بشارت دی۔

اُدْخُلُو الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْ وَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ O (۵)

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس کے ذریعے اس کے رب نے اعلان کیا کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے اور جس نے ایک انسان کی زندگی بچالی اس نے ساری انسانیت کی زندگی بچالی۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے جنگ کو امن کا گہوارہ بنادیا اور اللہ کا یہ اعلان ہم تک پہنچایا کہ اُس وقت تک جنگ کرو جب تک جنگ اپنے ہتھیار نہ ڈال دے۔ رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے مسلمان کو یہ کہنے کے قابل بنادیا ۔

ہمارے دامن شمشیر سے مرہم نکلتا ہے
جہاں ہم آگ رکھ دیں چشم زمزم ابلتا ہے

رحمۃ للعالمین نے تو ہمیں دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کے قیام و بقا کے لئے طاقت کے استعمال کی اجازت دی۔

انسانوں کو ظلم و ستم، بدکاری اور زنا سے روکنا اور اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم دینا بھی رحمۃ للعالمینی ہے۔ ماں باپ کی خدمت اور اُن کے احترام کو عبادت کے درجے تک پہنچانا بھی رحمۃ للعالمینی ہے۔ شراب اور جوئے کی حرمت کے ذریعے انسانوں کے درمیان سے بغض و عداوت کے اسباب کو دور کرنا بھی رحمۃ للعالمینی ہے۔(۶)

رحمۃ للعالمینی کے تخت پر بیٹھنے والا یہ بوریہ نشیں، قیامت تک انسانوں کے لئے اللہ کا سایہ بن کر انہیں سر فرازی اور مقامِ عبدیت کی عظمت اور ذمہ داریاں یاد دلاتا رہے گا اور اُسی کی تعلیمات وحدیتِ آدم کی منزل کو قریب تر لارہی ہیں۔

رحمۃ للعالمینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے صرف اُسی کی رسالت عالمِ انسانیت کے لئے کافی ہو سکتی ہے جو رحمتِ تمام ہو اور یہ نکتہ کئی بار عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت کے قیام تک انسانوں کے لئے کافی ہے۔ آپ ﷺ کی تبشیر اور تنذیر کے

بہت سے گوشے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے سامنے آرہے ہیں اور اس طرح کہ انسان کا ذہن آہستہ آہستہ اس حقیقت کا انکشاف کر رہا ہے کہ نبوتِ محمدی ﷺ اس کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ تعصّبات و تعیّشات اور اپنے مفادات میں کھویا اور ڈوبا ہوا جدید انسان، بالخصوص مغرب کا انسان اپنے مخصوص ذہنی اور فکری پس منظر کی وجہ سے اس ہدایت اور بالخصوص اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج بھی گریزاں ہے۔ اسلام کا لفظ اس کے کانوں میں خوف کی گھنٹی کی طرح گونجتا ہے۔ اس نکتے کو اقبال نے بہت پہلے بیان کر دیا تھا۔

لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اِسی دین کا ہے فقرِ غیور

اور "فقرِ غیور" کے تصور سے بیگانہ اور بے خبر یہ انسان اپنی خواہشات اور لذتوں کے بھنور میں چکرا رہا ہے، مگر جب اُسے کوئی حیات بخش تصور اور خیال ملتا ہے تو اس کا سلسلہ اسلام سے جا ملتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْراً وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۷)

اور ہم نے (اے نبی ﷺ) تم کو بھیجا ہے سارے انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر اور یہی تبشیر و تنذیر اُن کے لئے کافی ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

جو چیز کسی فرد یا جماعت کی کسی ضرورت یا ضروریات کو پورا کر دے وہی کفایہ ہے۔ اس پر غور کیجئے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ وہ چیز اتنی مقدار میں ہو جس سے ضرورت بخوبی پوری ہو جائے اور اُس سے زیادہ کی حاجت محسوس نہ ہو۔ اردو میں بھی ہم کافی کا لفظ اِسی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کی ایک آیت سورۂ الزمر کی آیت (۸) کا یہ ابتدائی حصہ بے حد مؤثر ہے اور ہمارے عربی زبان سے دور معاشرے میں بھی بار بار دہرایا جاتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

سوالیہ لہجے میں یہ اللہ کے کافی ہونے کا جامع ترین اور مستحکم ترین اعلان ہے۔ وہ جسے چاہے

ہدایت دے، جس کو محفوظ رکھنا چاہے اس کے تمام دشمنوں کو بے دست وپا کر دے، زمین و آسمان کو اُس نے تخلیق فرمایا اور اپنے بندوں کو اُن کی ہر نعمت سے نوازا، اُس کی رحمت کو کون ہے جو روک سکے۔ اُسی ذات نے اعلانِ نبوت سے پہلے زبانِ قریش سے اپنے ہونے والے رسول کی امانت اور صداقت کا اعلان کرادیا، اسی ذات نے غارِ ثور کے دہانے کو مکڑی کے جالے اور کبوتر کے انڈوں سے پناہ گاہ بنادیا، اُسی ذات نے بدر کے میدان میں کفر کو سرنگوں کر دیا، اُسی اللہ نے اُحد کے نتیجے کو شکست کے داغ کی جگہ قوت کے نئے عہد کا دیباچہ بنادیا، اُسی ذات نے صلحِ حدیبیہ کو فتحِ مبین کا عنوان دیا اور یوں تاریخ نے اسے اِسی طور پر اپنے دامن میں جگہ دی، اُسی ذات نے مکہ سے خاموشی کے ساتھ ہجرت کرنے والے کو اِس شان سے مکۂ معظم اور بیت الحرام میں داخل کیا کہ تاریخ کا وہ لمحہ دیدۂ حیران بن کر منجمد ہو گیا اور دیکھنے والی آنکھیں آج بھی اُس لمحے کو دیکھ رہی ہیں۔

انسانوں کے لئے فخرِ بنی آدم، فاتحِ بت کدۂ تصورات، محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے کافی ہونے اور پوری انسانیت کے لئے ہونے کی گواہی اللہ نے دی ہے، تاریخ نے دی ہے اور تاریخ مسلسل یہ گواہی دے رہی ہے اور قلبِ انسان سے یہ صداقت اب آواز بن کر اُبھر رہی ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعاً۔ (۹)

اے رسول ﷺ کہہ دو کہ اے عالمِ انسانیت! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً۔ (۱۰)

بڑی برکت والی ہے وہ ذات (اور ہمارا وہ رب) جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا (جس سے حق اور باطل الگ الگ ہو گئے) تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے خبردار اور متنبہ کرنے والا ہو۔

یہ ہے کافۃ للناس کی شان کہ اُسے درجۂ رسالت و نبوت پر فائز کرنے کے ساتھ ساتھ مقامِ "عبدیت" کا نشان اور مثال بنادیا گیا اور یہ وہ مقام ہے جو عطا کرنے والے کی علوئے شان کی طرف ایک اشارہ ہے۔ "سبحان اللہ" "سبحان الذی" اور "تبارک الذی" کے الفاظ جہاں جہاں قرآنِ حکیم میں آئے ہیں وہ ربِ کائنات اور ربِ محمد ﷺ کے عظیم ترین احسانات و انعامات کا

احاطہ کرتے ہیں۔

اس برکت والی ذات نے اپنے نبی ﷺ اور اپنے بندے ﷺ پر فرقان نازل کیا اور یوں حق و باطل کے درمیان ہمیشہ کے لئے خطِ امتیاز کھینچ دیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نے اشتباہ کے غبار سے ذہنِ انسانی کو نجات دلادی۔ اب حق وہ ہے جس کی طرف قرآن بلاتا ہے اور باطل وہ ہے جس سے اللہ کی کتاب روکتی ہے۔ یہ ہے وہ کتاب جو اُن اعمال پر بشارت کا اعلان ہے جو انسان کو اللہ کی قربت سے نوازتے ہیں، کفر کو پست اور حق کو سربلند کرتے ہیں، یہ ہے وہ کتاب جو ہمیں شب کی تنہائیوں میں اُس ذات کے قریب تراز رگ جاں ہونے کا احساس دلاتی ہے جسے دیکھا نہیں، جو ماورائے تخیل و گمان و عقل ہے، اور اس کتاب کے اوراق میں اُس کی ہدایات کے نشان اُبھر کر یوں سامنے آجاتے ہیں کہ جنت مومنوں کے لئے فاصلۂ یک قدم بن جاتی ہے۔ صلی اللہ علیہ النبی الامی۔

وہی نبی کافۃً للناس ہو سکتا ہے جس نے اعلان فرمایا!

بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ والْاَسْوَدِ۔ (۱۱)

میں گورے اور کالے سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

یوں آپ ﷺ نبوت انسان کی وحدت کا اعلان ہے۔ وہ انسان جسے طاغوت ٹکڑوں ٹکڑوں میں، دھڑوں میں، ''شمال اور جنوب'' میں بانٹنے کی مسلسل کوشش کر رہا ہے اور بے خبر انسان کو اس کی خبر نہیں کہ رسالتِ محمدی ﷺ نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے روک رکھا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ! وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

اور آپ ﷺ کی رسالت نے مشرق و مغرب کو مستقبل کے سفر کے لئے ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا ہے۔ شاید ابھی انسانیت کو دو چار سخت جھٹکوں کی ضرورت ہے۔ ایسے جھٹکے جو فراعین عہد حاضر کو اپنی فرعونیت کے دریا میں غرق کر دیں۔ اور یوں انسان محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساحل تک پہنچ جائے۔

یاں مشرق و مغرب میں تفاوت نہیں کشفی
دامانِ رسالت کی ہوا سب کے لئے ہے

اور آج

دیارِ مشرق سے لے کر دیارِ مغرب تک
یہ مشتِ خاک تری جستجو میں زندہ ہے

اور دامنِ رسالت کی ہوا قیامِ قیامت تک تھکے ہوئے اور درماندہ انسان کے لئے سرچشمۂ راحت ہے اور یہ جستجو اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک انسان اپنی جستجو میں کامیاب نہیں ہو جائے گا۔ ارشادِ نبوت ہے کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہم رشتہ ہے جیسے یہ دو (پڑوسی) انگلیاں (اور پھر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں دکھائیں)(۱۲) نبوتِ محمدی ﷺ، قیامت سے ہم کنار ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں، اس کے بعد کوئی پیغام نہیں، اس کے بعد کوئی کتاب نہیں۔()

ہمارے لئے کافی ہے اس کی نبوت و رسالت، جو اپنے رب کے قادرِ مطلق ہونے کے لئے عظیم ترین ثبوتوں اور شہادتوں میں سے ایک ہے۔

ہمارے لئے کافی ہے اس کی نبوت، جس کی نبوت نے ہدایتِ انسانی کے باب میں ماضی، حال اور مستقبل کو ایک زمانہ بنادیا ہے۔

ہمارے لئے کافی ہے اس کی نبوت جو انسان کے حقیقی وجود کے لئے ہوا، پانی اور غذا کا درجہ رکھتا ہے۔ جس کے کلمات کی فضا میں ہم سانس لیتے ہیں، جس کا آبِ ہدایت ہمیں لہلہاتی کھیتی بنادیتا ہے اور جس کی تعلیمات ہماری روحانی بقا کے لئے رزق کا درجہ رکھتی ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے اس اعلان کی صداقت کا زندہ ثبوت ہیں !

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ (۱۳)

ورنہ باطل تو ہمیں نیست و نابود کر دیتا اور پھر

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

جو قومیں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اٹھیں، مشیتِ الٰہی نے انہیں اسلام کا محافظ بنادیا۔

عبدیت...... معراجِ انسانیت

یہ رحمۃ للعالمین، یہ کافۃً للناس، عبدیت کے اس اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھا جو انسانیت کی معراج ہے۔ ہم اپنی زندگی اور اپنے تجربات کی حدود میں اگر عبدیت کی رفعتوں کو سمجھنا چاہیں تو نماز

38197

پر غور کریں۔ نماز مومن کا سفر ہے۔ اپنی دنیا سے اپنے رب کی طرف، اسی لئے زبانِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ مسلمان قیام، رکوع اور قعود سے گزر کر سجدے کی بلندیوں تک پہنچتا ہے اور پھر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اپنی دنیا اور دوسرے انسانوں کی طرف واپس آجاتا ہے۔ یوں وہ سجدے کی رفعتوں سے اُبھر کر دوسرے انسانوں کے لئے سلام اور رحمت بن جاتا ہے۔

عبدیت معراجِ مومن بھی ہے اور پوری زندگی کی مسلسل آزمائش بھی۔ اللہ کے سامنے سر جھکانے والا اپنے عمل سے یہ اعلان کرتا ہے کہ لا معبود الا اللہ۔ وہ عبدیت کے ہتھیار اور قوت سے طاغوت کا مقابلہ کرتا ہے، باطل کو للکارتا ہے، زمان و مکاں کی قیود کو توڑ دیتا ہے، زور مالِ جہاں کی طرف سے منہ موڑ کر اپنے اس رفیقِ اعلیٰ کو اپنی زندگی کی اساس بنالیتا ہے جو قریب رگ جاں ہے۔ اس راہ میں کتنے ہی سخت مقام آتے ہیں۔ پیٹھ کے نیچے گرم ریت، جس پر جلائے جانے کے نشان، رستا ہوا لہو اور ہونٹوں پر اللہ احد کا نغمۂ جاوداں،

اللہ کا عبد (بندہ) وہ ہوتا ہے جو ہر طاقت کو حقیر جان کر اسے ٹھکراتا ہے اور اللہ سے پیمانِ وفا باندھ لیتا ہے۔ وہ مشکلاتِ لا الٰہ الا اللہ کو خوب جانتا ہے، مگر اُس نے تو اپنی جان و مال کی قیمت پر جنت کا سودا کرلیا ہے اور جنت ہے کیا؟ رضائے الٰہی کے باغ، اللہ کی خوشنودگی کی رواں بہتی ہوئی صاف نہریں۔ وہ نہریں جن میں کتنے ہی دریا اور سمندر آکر آباد ہو جائیں۔ صاف پانی کی نہریں۔ آبِ مصفّٰی جو حیات بخش ہے۔ وہ زندگی جس کی روانی میں اِسی نہر کے پانی کا سا بہاؤ اور تسلسل ہوگا اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا ذائقہ ہمیشہ تازہ رہے گا۔ ہر ملاوٹ اور ہر بو سے پاک۔ دودھ جو مشروب بھی ہے اور غذا بھی۔ اور یہاں شراب کی نہریں ہوگی جن میں اُن کے پینے والوں کے لئے لذت ہوگی۔

محبت، ذاتِ الٰہی کے دیدار اور قربِ رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے آمیزے کو انسانی زبان کی تنگیوں کے سبب خمر کہا گیا ہے۔ اس دنیا میں ہمیشہ شراب کے نشے میں گم رہنے والے مسلمانوں کے لئے جنت میں دخولِ اول کی قدغن اسی لئے لگائی گئی ہے کہ وہ شراب جنت کا استحقاق کرچکا ہے، ہاں رحمۃ للعالمینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دائم الخمر بھی بعد میں جنت میں داخل ہو سکے گا، اور اللہ کی جنتوں میں صاف شہد کی نہریں ہوگی۔ شہد کے لئے تو ارشاد ربانی ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ جنت میں مومن اس شہد کی لذتوں سے اس طرح چسپاں ۱ چپکا ہوا ہوگا کہ

سعادتوں کی فضاؤں میں اس کی لذتِ پرواز متاثر نہیں ہوگی۔ پر وہ سارے پھل جو اس کی زندگی اور فکر کی لذتوں کا ایک اشارہ ہوں گے اور اللہ کی مغفرت کی سند۔

تاریخ کی نگاہوں نے اسی دنیا میں اس بہشت کی جھلک اس وقت دیکھی جب محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انسان ساز کے زیرِ ہدایت ان کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے مدینہ میں ایک فردوسی معاشرے کی تشکیل کی جس میں قرآنی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے اس جماعت نے اپنی زندگی کے لباس کے ہر داغ کو اعمالِ حسنہ کے صاف ستھرے پانی سے دھو دیا، جس میں اِن نقوشِ قدسیہ کی زندگی دودھ کی طرح انسانوں کی بھوک پیاس کو مٹا رہی تھی، جس میں اُن کے قلب و نظر کی سرمستی و سرشاری نے لوگوں کو اس درجہ تک پہنچا دیا کہ جب شراب کے مٹکے اور ذخیرے توڑے اور ضائع کئے گئے تو مدینے کی گلیوں میں جیسے شراب بہنے لگی، جس میں یہ اصحابِ باصفا عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول کے شہد میں اپنے فکر و عمل کے بال و پر کو یوں ڈبو رہے تھے کہ ظلمتوں کی فضا کی طرف پرواز کرنا تو بڑی بات دھیان کرنا بھی بھول گئے۔

مدینہ منورہ میں ایسے لمحے آج بھی آتے ہیں کہ یہ پوری تاریخ ایک لمحہ میں آپ کی نظر سے گزر جاتی ہے۔

غیب بھی اُن کے کرم سے مری نظروں پہ کھلا
میں نے دیکھی ہے مدینے میں بہشت صدرنگ

اور کیا، ان نہروں کا تذکرہ اس کتاب کے سورۂ محمد میں آنا "اتفاق" ہے جسے قیامت تک لئے کتاب ہدایت قرار دیا گیا ہے اور جس کے "مصنف" نے کسی تفاوت اور تضاد کے بغیر یہ کائنات تصنیف فرمائی ہے اور جو ہر چیز کے مقامِ ذکر سے خوب واقف ہے اور جس نے انسان کو اس کی حیثیت بتا دی ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ (۱۵)

جس جنت کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اُس کا احوال یہ ہے کہ اُس میں صاف

ستھرے پانی کی نہریں ہوں گی اور دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کے ذائقے میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہوگی اور شراب کی نہریں ہوں گی جن میں پینے والوں کے لئے لذت ہوگی اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہوں گی، اور جہاں اُن کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور اُن کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔

اس عبد کامل نے انسان کو ربوبیت کا مقام اور مفہوم بتایا۔ عبدیت نام ہے ہر نافع سختی، پابندی اور ضابطے کو یوں اپنانے کا کہ وہ زندگی کا ہر حصہ، مسرت کا سرچشمہ اور ذات کی شناخت بن جائے۔ عبدیتِ وجہ تخلیقِ انس و جن ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِیَعْبُدُوْنِ۔ (۱۶)

اور میں نے جو تخلیق کئے ہیں جن اور انسان، سوا پنی عبادت کے لئے۔

اس آیت کے مفاہیم میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ انس و جن میں عبادت کی استعداد خلقی طور پر موجود ہے، اور انسان اپنے شرف و کمال کی منزل تک عبد بنے بغیر نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ عبدیت اطاعتِ رب کے سوا انسان کو ہر غلامی، ہر بندش اور ہر جور و قید سے آزادی دلاتی ہے۔ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا نہ کرنا یا اس تک نہ پہنچنا اعترافِ شکست ہے۔

عبدیت و عبادت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ خالق کا ذکر، اس کے احکام کی تفہیم اور یہ احکام انبیائے کرام علیہم السلام اور عبدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور اسوہ کے ذریعے ہی سمجھے جا سکتے ہیں، اس کا مقصد انسان (اور اجنہ) کو اپنے حقیقی مقام اور مرتبے سے روشناس کرانا ہے۔

اللہ کی عبدیت ہی طاغوت کے اتباع سے بچاتی ہے۔ اللہ سے سرکشی کا دوسرا نام شیطان کی عبادت ہے۔ شیطانِ کبیر (ابلیس) کے علاوہ بہت سے شیاطین انس و جن بھی موجود ہیں۔ میر امن کا یہ فقرہ بھی غور طلب ہے کہ ؎

آدمی ہی آدمی کا شیطان ہے"

اور ہماری خواہشاتِ نفس بھی غولِ شیطانی کا ایک جز ہے۔ نفس ہی ہمیں ہمارے خلاف بھڑکاتا ہے۔ عبدیت کو ہم نفسِ امارہ سے نفسِ مطمئنہ تک کا سفر بھی کہہ سکتے ہیں۔ نفس امارہ شیطان کا ایک روپ ہے اور نفسِ مطمئنہ وہ منزل ہے جب عبد سے اس کا معبود فرماتا ہے کہ اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ، تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی !

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (۱۷)

بس میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔

اور اللہ کی عبادت میں کوئی شرکت ممکن نہیں، عبد اپنے معبود کے لئے ساری دنیا کو ٹھکرا دیتا ہے اور منہ موڑ لیتا ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

توحید کی یہی منزل عبدیت ہے۔

نبیِ انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ معراجِ انسانیت ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زمان و مکاں کے قوانین کو معطل کر کے اپنے رسول کو حرمِ کعبہ سے مسجدِ اقصیٰ پہنچایا اور انہوں نے وہاں جماعتِ انبیا علیہم السلام کی امامت فرمائی اور پھر اللہ نے سدرۃ المنتہیٰ اور عرشِ اعظم تک کا سفر لمحوں میں طے کرا دیا، سارے زمانوں کے وہ منظر اور امکانات آپ ﷺ پر منکشف کر دیئے جو اس کی رضا کے تحت اس کے رسول کے لئے مقدر تھے اور پھر آپ ﷺ اسی دنیا میں واپس تشریف لائے اور وقت کو اس کی رفتار واپس کر دی گئی۔ ویسے ہمارے وقت پیماؤں کے لئے وہ لمحات گم شدہ کڑی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ سفر معراجِ کبریٰ اور اس سفر کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو عبد کہا ہے۔ یوں عبد انسان کامل ہے اور عبدیت معراجِ انسان ہے ہماری نماز کا ہر سجدہ ہمیں اسی حقیقت کی یاد دلاتا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (۱۸)

پاک ہے وہ (رب اور خالقِ کائنات) جو لے گیا، ایک رات اپنے عبد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ وہ اپنے بندے کو اپنی کچھ آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کرائے، بیشک وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ سمیع البصیر

یہ سفر معراج کے پہلے مرحلے کا بیان ہے۔ دوسرے مرحلے کا ذکر ہمیں سورۃ النجم میں ملتا

ہے۔ اگر چہ گفتگو "عبدیت" کے موضوع پر ہو رہی ہے مگر مناسب ہو گا کہ معراج سے متعلق نکات بھی پیش کر دیئے جائیں کیونکہ معراج محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاجِ نبوت کے درخشاں ترین جواہر میں شامل ہے۔

آج ہمارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کی غلط تعبیر کرتے ہوئے اسے "خواب کا معاملہ" قرار دیتے ہیں۔

یہ سنتِ الٰہی ہے کہ وہ ذاتِ باری اپنے رسولوں کو کسی بڑے واقعے کے لئے تیار کرتی ہے۔ عطائے نبوت سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل رویائے صادقہ کے ذریعے نبوت کے گراں بار منصب کے لئے تیار کیا گیا۔ اسی طرح مکہ کے بعض پتھر اور درخت آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہتے "السلام علیکم یا رسول اللہ" (ﷺ) اسی طرح یہ عین ممکن ہے کہ پہلے معراج آپ کو خواب کی ہی صورت میں دکھائی گئی ہو۔

معراج کے جسمانی ہونے کی سب سے بڑی شہادت سورۂ بنی اسرائیل کی یہ پہلی آیت ہے۔ "سبحان الذی" کی یہ شاندار تمہید کسی غیر معمولی واقعے کے بیان کا اعلان ہے اور پھر "عبدہ" کا لفظ "عبد صرف روح نہیں بلکہ جسم و روح کے مجموعے کا نام ہے۔"

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج "عام الحزن" کے بعد عطا کی گئی۔ شفیق چچا اور خدیجہ الکبریٰ جیسی رفیقۂ حیات کی جدائی کا غم برداشت کرنا قلبِ محمدی ﷺ کا حوصلہ تھا۔ وہ چچا جس نے آپ ﷺ کو دنیوی طور پر تحفظ عطا کیا اور وہ بیوی جو سب سے پہلے ایمان لائی، جس کے حرفِ تسلی نے آپ ﷺ کے حوصلے کو مستحکم تر کیا، ویسے تو نبی کا سائبان اس کا رب ہوتا ہے اور اسی رب نے اس پس منظر میں معراج عطا کر کے اپنے رسول کے مرتبے کو بھی بلند تر کیا اور اُس کے حزن و غم کا مداوا اس اعزازِ قربت سے فرمایا۔

معراج کی احادیث اس درجے متواتر ہیں کہ اس واقعے کے بارے میں شک کرنا اپنے ایمان کو ضعف کے آخری درجے میں پہنچا دینے کے مترادف ہے۔ اِن روایات کی تفاصیل تفسیر ابن کثیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

پھر اسی واقعے کی تصدیق نے حضرتِ ابو بکر کو صدیق بنا دیا۔ اس واقعے نے تو کئی مسلمانوں کے ایمان میں خلل پیدا کر دیا تھا اور وہ مشرکین مکہ کے استہزا کا جواب دینے سے اپنے آپ کو قاصر

پاتے تھے، لیکن حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی زندگی میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں آئی، حضرت صدیق اکبرؓ کا جواب کس قدر منطقی اور مسکت تھا کہ جب میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ جبریل میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی کبھی ایک دن میں کئی بار آتے ہیں تو پھر اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اپنے رب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اس سلسلے میں یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ کیا محمد (ﷺ) کا رب ایک جگہ مقیم ہے اور وہ ہر جگہ موجود نہیں؟ یہ سوال محض ایک مغالطے پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو روحِ کائنات ہے وہ ہر کہیں ہے لیکن انسان تو اُسے کسی ایک ہی مقام میں دیکھ سکتا ہے۔ پھر اس کائناتِ دنیوی کی حدود میں دیدارِ رب ممکن نہیں۔ حضرت موسیٰ نے جب فرمایا کہ میرے رب مجھے اپنا جلوہ دکھادیجئے تو ان کے رب نے فرمایا "لن ترانی"، تم نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی آیات دکھانا چاہتا تھا، اور انبیا سے ان کی ملاقات مسجدِ اقصیٰ میں کرانا معراج کا ایک جز تھا تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دائمی ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے۔

معراج کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اِسی سفر میں آپ ﷺ کو اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے کا اساسی آئین عطا کیا گیا۔ ہجرت کا وقت قریب آرہا تھا اور ہجرت کا مقصد یثرب کو مدینۃ النبی بنانا اور وہاں اسلامی ریاست کا قیام تھا اور یہ آئین ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ

تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اور فیصلہ کیا ہے؟ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ سے آیت ۳۷ تک اسلامی آئین کے فیصلے کی دفعات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ عبادت صرف اللہ کی ہوگی (اس کا حکم ہی، مملکت کا قانون ہوگا) الحکمُ للّٰہ،

۲۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اُن کا احترام اور اُن کے سامنے اپنے آپ کو بچھا دینا (معاشرتی زندگی کی بنیاد)

۳۔ رشتے داروں، مساکین اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی (انفرادی اور اجتماعی سطح پر، فلاحی معاشرہ)

۴۔ فضول خرچی سے گریز (اسراف ہی ملکوں کو غیروں اور عالمی اداروں کا دست نگر بنا دیتا

ہے۔)

۵۔ اگر افراد (یا مملکت) کے وسائل محدود ہوں تو بھی ضرورت مندوں کے ساتھ اخلاق برتا جائے اور اگر انکار بھی کرنا ہو تو نرمی سے۔

۶۔ اقتصادیات کی بنیاد اعتدال اور میانہ روی پر رکھی جائے۔ حسنِ نیت سے رزق اور قومی آمدنی میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ اقتصادی تقاضے ہی سب کچھ نہیں ہیں۔ ''قتلِ اولاد'' سے بچو،

۸۔ زنا کے قریب نہ جاؤ، بدکاری معاشرے سے اس کی قوت چھین لیتی ہے اور رشتے مشکوک ہو جاتے ہیں۔

۹۔ انسانی جان کی حرمت لازم ہے۔ قتل ناحق سے مکمل گریز۔

۱۰۔ یتیم کا مال نہ کھاؤ (رزقِ حرام معاشرت اور معیشت کے لئے زہر ہے)

۱۱۔ عہد و پیمان کی پابندی کرو (یہ ملکی استحکام اور عالمی امن کی ضمانت ہے)

۱۲۔ تجارت اور معیشت ہر قسم کی بددیانتی اور حق تلفی سے پاک ہو (ترازو دیانت اور عدل کی علامت اور استعارہ ہے)

۱۳۔ معاشرہ ''وہم و گمان'' سے بلند تر علم کی بنیادوں پر قائم ہو۔ (بدگمانی اور الزام تراشی سے اجتناب)

۱۴۔ غرور سے دور رہو (قومی عصبیت تباہی کا سبب ہے)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایک طرف معراجِ مصطفیٰ ﷺ نے فضاؤں اور آسمانوں کو مسلمان کا ہدف بنادیا۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور دوسری طرف آسمانی ہدایت نے اس زمین کو وہ آئین عطا کیا جس کے تحت زندگی گزارنے سے انسان کے امکانات کی تکمیل ایک حقیقت بن جاتی ہے۔ یہ سب کچھ عبدیت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

عبدیت، مقامِ قرب ہے، یہ مقامِ قاب قوسین ہے۔ رسول اور نبی کا مفہوم واضح ہے اور

اس پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ قرآنِ حکیم کتاب کے نازل ہونے کے سلسلے میں کئی مقامات پر نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "عبد" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور آسمانی صحیفوں کے نزول کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے انبیائے کرام کے لئے بھی عبد اور عبادنا کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یوں یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ قلبِ عبد، ہی اللہ کے پیغام کے بارِ گراں کو برداشت کر سکتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (۱۹)

اور اگر تم شک میں ہو اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے (عبد) پر نازل کی ہے، تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ، اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

یہ خطاب ان عربوں سے ہے جو اپنی فصاحت پر نازاں تھے، جو اپنے سخن اور کلام کو انسان کے اظہار کا نقطۂ آخر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ دعوت دی کہ ایک سورت ہی قرآن کے مثل لے آؤ۔ اور سورۃ کے دائرے میں تو تین آیات بھی آ جاتی ہیں۔ سورۂ الکوثر میں تین آیات ہیں، سورۂ النصر میں بھی تین آیات ہیں، سورۂ الاخلاص میں چار آیات ہیں، قریش مکہ اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے کیونکہ ان کے فصحا اور شعرا اپنے دل کی گہرائیوں میں اس حقیقت سے گریز نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کلامِ بشر نہیں اور اس کلام کا سرچشمہ محض فصاحت و بلاغت سے ماورا ہے، سورۃ الکوثر کی قوت نے سبعہ معلقات کو نقش باطل بنا دیا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ
عِوَجاً ○ (۲۰)

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے اپنے عبد پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں۔

"جس میں کچھ کجی نہیں"۔ قرآنِ حکیم کی کتنی ہی لفظی و معنوی خصوصیات اس بیان میں سمٹ آئی ہیں۔ عوج میں اردو اور دوسری زبانوں کے کئی الفاظ کا مفہوم سمٹ آتا ہے۔ "ٹیڑھا پن"، "کجی"، "ناہمواری"، "کسی معاملے کی برہمی"، "کوئی فکری مغالطہ"، "پیچ و خم"۔ اس کے مقابلے میں جو لفظ آتا ہے وہ "قیما" ہے۔ کجی کی نوعیت کے مطابق اسے آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ (کسی

دیوار میں کجی)، اس کو فہم و شعور سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اور سمجھا جاسکتا ہے مثلاً کلام میں ناہمواری یا تضاد۔ کسی معاشرے کی ناہمواری کے اظہار کے لئے بھی عوج کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے بندے پر جو کتاب نازل کی اس میں کجی کا کیا سوال۔ وہ تو ہر کجی، ہر خم اور ہر ناہمواری کو دور کرنے کے لئے عالمِ انسانیت کی طرف بھیجی گئی۔ اس کتاب کا مقصد ہی انسانی معاشرے میں ظلم کی جگہ عدل، جہل کی جگہ علم، ناہمواری کی جگہ ہمواری، اور تنگی کی جگہ کشادگی کو قائم کرنا تھا۔ عبدِ کامل نے ہمیشہ کے لئے انسانی ذہن، انسانی قلب اور انسانی معاشرے کو وہ سکون عطا کیا جو آج بھی بے مثل ہے اور کل بھی بے مثل رہے گا۔ انسانی فکر و نظر کی تصحیح کا فریضہ بھی یہی کتاب انجام دیتی رہی ہے، آج بھی انجام دے رہی ہے اور مستقبل میں بھی یہی کتاب اور اس کی تعلیم انسانوں کو اطمینان عطا کرے گی۔

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْراً ○ (۲۱)

”بڑا صاحبِ برکت اور متبرک ہے وہ رب جس نے یہ فرقان (کتاب فیصلہ)
اپنے عبد پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو۔“

سورۃ الفرقان کا آغاز کیسا جامع ہے کہ اس میں اللہ جل جلالہ، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن پر نازل ہونے والی کتاب، سب کا ذکر آگیا۔ ہر برکت، ہر خیر کی کثرت، ہر نمود اور کثرت اللہ کی طرف سے ہے اور ان میں سے بیشتر برکتیں اور خیر کثیر ہمیں نبیٔ آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے عطا کیا گیا ہے۔ یہ عبدِ خالص واکمل وہ کتاب لے کر آیا جو فرقان ہے۔ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی اور حق و باطل کو الگ کر دینے والی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قرآنِ حکیم خود ہی حق و باطل کے درمیان فرق ہے۔ یہ وہ کسوٹی ہے جو ہمارے لئے حق و باطل کا تعین کر دیتی ہے۔ یہی کتاب ہمیں برے اعمال اور گمراہیوں سے خبردار کرتی ہے اور جنت و برکت کی بشارت دیتی ہے۔ ”نذیر“ کے لفظ میں کتاب اور صاحبِ کتاب دونوں کا احاطہ نظر آتا ہے۔ یہ کتاب بھی انتباہ ہے اور اِس کتاب کو لانے والے بھی نذیر اور کفر و گمراہی کے ثمرات سے خبردار کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں۔ پھر ”للعالمین“ کو بھی نظر میں رکھئے۔ اِس عبداللہ اور رسولِ برحق کی رسالت تمام جہانوں اور زمانوں کے لئے ہے۔(۲۲)

اس سورۃ (الفرقان) کا اختتام عباد الرحمٰن کے ذکر پر ہوا ہے۔ اللہ کے عبدِ کامل نے جس

جماعت کی تربیت کی وہ اپنے کردار و گفتار عمل اور رویوں میں اُس "عبدِ کامل" کے انوار کا پر تو تھی۔ وہ تھے جن کی چال کی نرمی زمین پر قدم رکھنے کے انداز میں بھی عبدیت کی جھلک تھی اور جب جہالت کو اپنا طرزِ عمل بنانے والے اُن سے الجھتے تو وہ اُن کے لئے سلامتی اور سلامت روی کی دعا کرتے ہوئے اپنا راستہ بدل لیتے۔ کتنے ہی لوگ آج بھی ہمارے معاشرے میں اِسی جاہلانہ اسلوبِ حیات کے نمائندوں کی طرح اہلِ حق سے الجھتے ہیں۔ یہ اہلِ حق کی بڑی آزمائش ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کریمانہ روش کے ساتھ تمسخر و جہالت کا یوں مقابلہ کیا کہ آپ انسان کی وسعتِ ظرف اور برداشت کی مثال بن گئے۔ یہ عباد الرحمٰن اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں اپنی راتوں کو پایانِ سحر تک پہنچا دیتے ہیں۔ اِن کے سجدوں میں ان کے دیدۂ تر کا نم، اِن کے نالۂ شب کا نیاز، اِن کے قلب کا گداز شامل ہوتا ہے۔ اِن کی راتیں چراغِ عبادت سے روشن، اور اِن کے دن کاروبارِ حیات کو رضائے رب سے ہم آہنگ کرنے میں گزرتے ہیں۔ یہ اپنے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی تقلید میں اپنی پیٹھوں کو بستروں سے الگ رکھتے ہیں اور دن کی جد و جہد کو عبادت کے قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو اپنی دولت کو حصولِ تعیّشات کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ میانہ روی کے ساتھ وسائلِ حیات اور دولت کا استعمال یوں کرتے ہیں کہ زندگی اور خوبصورت، اور دوسروں کی زندگی احتیاج سے آزاد ہو کر بسر ہو سکے۔ یہ انسانی زندگی کی حرمت کو اور زیادہ محترم بنا دیتے ہیں اور اِن کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکتی، یہ وہ ہیں جو اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو توبہ کے پانی سے دھو کر اپنے وجود کے لباس کو بے داغ اور صاف ستھرا بنا لیتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے اپنے آپ کو مزین بناتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو معرکہ حق و باطل میں تماشائی اور جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے۔ اور ہر لغو کام اور منظر سے کرامت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ یہ اپنے گھر، اپنے ماحول اور معاشرے کو پاکیزہ تر بنانے کی جد و جہد کو حاصلِ حیات سمجھتے ہیں، اور اپنے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے اور ہمیں اہلِ تقویٰ کی امامت عطا فرما۔ اِسی جد و جہد اور انہیں دعاؤں نے اُس اسلامی معاشرے کی تخلیق و تشکیل کی جو ہمارے لئے ایک مثال (Ideal) کا درجہ رکھتا ہے، اور اُس جیسے معاشرے کو دوبارہ انسانوں کی فلاح کے لئے قائم کرنا ہماری جد و جہد کا آخری نقطہ ہے۔

"عباد الرحمٰن" کی اصطلاح میں یہ سارے پہلو سمٹ آتے ہیں۔ اللہ کے اِن بندوں نے عبدِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ذریعے ہی یہ مرتبہ حاصل کیا، اور آج بھی

عبادالرحمٰن اسی ذاتِ اقدس کے نقوشِ قدم کو اپنا رہنما بناتے ہوئے سعادت اور نجات کے راستوں پر چل رہے ہیں، کسی آدمی کی زندگی میں سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک کس حد تک موجود ہے۔ یہ اُس کی بندگی کو ناپنے کا پیمانہ ہے۔ یہی وہ معیار ہے جس کے تحت ہم عباد الرحمٰن کی شناخت کر سکتے ہیں۔ جو مومن جس حد تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرتا ہے، اُسی قدر اُس کی ذات میں اللہ کی محبت میں اضافہ ہوگا۔ اور یہی مغفرت اور گناہوں کی بخشش کا راستہ ہے۔ عبدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصدِ عظیم انسان سازی تھا انسانوں کی مغفرت اور نجات تھا۔ یہی ہدایت ہے اور یہی ہادیٔ کامل کی بعثت کی وجہ اور حکمت تھی۔

۞

حواشی و حوالہ جات

۱۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، ۸۵ء،

۲۔ سورۂ انبیا، آیت ۱۰۷،

۳۔ سورۂ مائدہ، آیت ۹۹،

۴۔ سورۂ مائدہ آیت ۸،

۵۔ سورۂ زخرف، آیت ۷۰،

۶۔ آزاد تلخیص، رحمۃ للعالمین، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری، لاہور، ۱۹۹۱ء، ج ۲/ ص ۳۱۲، ۳۲۳،

۷۔ سورۂ سبا آیت ۲۸،

۸۔ سورۂ زمر، آیت ۳۶،

۹۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸،

۱۰۔ سورۂ فرقان، آیت ۱،

۱۱۔ مسند احمد، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۹۳ء، ج ۶/ ص ۱۷۹، رقم ۲۰۷۹۲،

۱۲۔ ابن ماجہ، کتاب اتباع سنۃ رسول اللہ، رقم ۴۵،

۱۳۔ سورۂ سبا، آیت ۲۸،

۱۴۔ یہ نکتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائے۔ ارکانِ اربعہ، از مولانا سید الوالحسن علی ندویؒ، مجلس نشریات اسلام، کراچی،

۱۵۔ سورۂ محمد، آیت ۱۵،

۱۶۔ سورۂ فجر، آیت ۲۹۔۳۰،

۱۸۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱،

۱۹۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۳،

۲۰۔ سورۂ کہف، آیت ۱،

۲۱۔ سورۂ فرقان، آیت ۱،

۲۲۔ سورۂ فرقان، آیت ۶۳، بعد،

معروف اہلِ قلم ڈاکٹر حافظ **حقانی میاں قادری** کے زیر ادارت

ماہنامہ تعمیر افکار کراچی

کا

سیرت نمبر

عنقریب نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر نامور اہلِ علم، معروف اہلِ قلم

اور اصحابِ فضل و کمال کے قیمتی مقالات و مضامین،

پسندیدہ اسلوب میں تعمیری افکار و خیالات

رابطہ کیجئے :الیف ا / ۳۳، بلاک الیف، نارتھ ناظم آباد کراچی